آئینہ رسالہ

نام کتاب......ذکرفاروق۔

مرتب......مرغوب احمد لاجپوری۔

صفحات......۳۰۔

طبع......پہلی مرتبہ، ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ مطابق فروری ۲۰۱۶۔

باہتمام......مولانا خلیل احمد قاضی صاحب۔

ناشر......مدینہ اکیڈمی، ڈیوزبری۔

....

تشکر وامتنان

راقم الحروف نے رسالہ مولانا خلیل قاضی صاحب کو اس لئے دیا کہ موصوف کا اصلاحی تعلق حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے تھا، مولانا نے مطالعہ کر کے فون کیا کہ اجازت ہو تو میں اسے طبع کردوں، راقم نے بخوشی اجازت دی کہ مفتی صاحب رحمہ اللہ آپ کے شیخ تھے آپ کا حق ہے کہ اس کو شائع کر کے امت تک پہنچائے۔ اللہ تعالی مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ ان کی ہمت اور توجہ سے رسالہ شائع ہورہا ہے۔ مرغوب احمد لاجپوری

....

''ذکرفاروق'' کی نظر ثانی میں رفیق محترم مولانا شبیر احمد بن فضل کریم صاحب مدظلہ (مقیم راچڈیل) نے از حد تعاون فرمایا۔ اور ماشاء اللہ بہت ہی غور وفکر اور پوری توجہ سے پروف کر کے کمپوزنگ کی تصحیح کی۔ راقم ان کا تہہ دل سے شکرگذار ہے۔ اللہ تعالی انہیں دونوں جہاں میں بہترین بدلہ عطا فرمائے، آمین۔ مرغوب احمد لاجپوری

فہرست رسالہ ''ذکر فاروق''

عرض مرتب........................	۳
حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی رحمہ اللہ کی وفات حسرت پر تعزیتی عریضہ اور مختصر تأثرات........................	۵
مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے........................	۶
فتاوی محمودیہ کے متعلق راقم کا ایک عریضہ........................	۷
اپنے شیخ و مربی کے علوم کی ترویج و اشاعت کا عظیم کارنامہ........................	۸
''فتاوی محمودیہ'' کی جمع و ترتیب کا قابل رشک کام........................	۹
''مشکوۃ شریف'' کی شرح نا قابل فراموش خدمت........................	۱۰
مرحوم کی اور مفید تصانیف......کام کی باتیں........................	۱۵
حقوق مصطفیٰ ﷺ........................	۱۶
تذکرہ مجدد الف ثانی........................	۱۷
شعبۂ تصوف و سلوک بھی بے احتیاطی کا شکار........................	۲۰
فرق باطلہ کا رد......تربیت کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عجیب واقعہ	۲۱
حدود اختلاف........................	۲۲
آپ خطیب تھے یا مصلح؟........................	۲۴
مرحوم کا ناپسند لباس اور راقم کی احتیاط........................	۲۵
قابل رشک موت........................	۲۶
حضرت مولانا مفتی فاروق صاحب میرٹھی رحمہ اللہ کی یاد میں........................	۲۹
فہرست تالیفات حضرت مولانا مفتی فاروق صاحب میرٹھی رحمہ اللہ........................	۳۰

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی' اما بعد!

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کے اجل خلیفہ، جامعہ محمودیہ میرٹھ کے بانی و مہتمم، شیخ الحدیث اور مسلّم استاذ حدیث ''فتاوی محمودیہ'' کے مرتب و محشی' شارح مشکوۃ' اور دیگر کثیر اور مفید تصانیف کے مؤلف، بہترین مصلح' ہزاروں مریدین کے شیخ و مرشد' شیریں بیان مقرر' حسن اخلاق میں سلف کے نمونہ' حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب رحمہ اللہ سے سفر برطانیہ میں کئی بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا، مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ میں بھی ان کی نورانی مجالس میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی، ایک مرتبہ جامعہ محمودیہ میرٹھ میں حاضری اور ان سے استفادہ کا بھی موقع ملا، جب بھی ملا بڑے ہی اخلاق سے ملے، میری حیثیت سے بہت زیادہ محبت ولطف کا معاملہ فرمایا، اس لئے ان سے ایک گونہ محبت ہی نہیں عقیدت سی ہوگئی تھی۔

مفتی صاحب رحمہ اللہ بڑے ہی خوبیوں کے مالک، علمی ذوق کے حامل، اپنے شیخ کے عاشق اور ان کے علوم کے ناشر تھے۔ اس لئے ان کے حادثہ وفات سے طبیعت بہت متأثر ہوئی، اپنے بساط کے موافق ایصال ثواب کا اہتمام بھی کیا، ان کے لئے دعا کی بھی توفیق ہوئی۔ اللہ تعالی مرحوم کی جملہ حسنات کو قبول فرمائے۔

مرحوم نے اپنے پیچھے بڑی اچھی یادیں چھوڑی ہیں جو ان کے لئے یقیناً رفع درجات کا ذریعہ ہوں گی، مثلاً ان کی تصانیف' جامعہ محمودیہ اور ان کے فضلاء' ان کے خلفاء و مریدین' ان کے تلامذہ و محبین' وغیرہ۔ اللہ تعالی ان تمام کو ان کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے اور جنت

الفردوس میں اعلی درجہ عطا فرمائے ، جامعہ کی حفاظت فرما کر مزید ترقیات سے نوازے جامعہ کی بقااوراس کے چلانے کے اسباب مہیا فرمائے ،آمین۔

بہرحال ان کی محبت کی وجہ سے کئی مرتبہ خیال آیا کہ ان کے صاحبزے' ان کے برادر محترم اور جامعہ کے اساتذہ کی خدمت میں تعزیتی عریضہ لکھوں ،مگر آج کل میں تاخیر ہوتی گئی ، پرسو کچھ وقت ملا' بیٹھا تو عریضہ کے بجائے مستقل ایک مختصر سا رسالہ ہی تیار ہوگیا، میرے گمان میں بھی نہ تھا اس قدر طویل خط لکھوں گا،مگر جوں جوں لکھتا گیا باتیں یاد آتی گئیں اور قلم چلتا گیا، تو مناسب سمجھا کہ اس کو مستقل رسالہ کی شکل میں شائع کردینا چاہئے۔

راقم کا ذوق قطعاً یہ نہیں کہ کسی کے حالات میں صرف تاریخ ولادت و وفات ،تعلیمی احوال اور موت اور وطن کے حالات پر اکتفا کیا جاے،اور ظاہر ہے ان سے ناظرین کو کیا فائدہ ؟ مثلاً فلاں صاحب کی ولادت اس وقت ہوئی ، وفات کی تاریخ یہ ہے، یہ اساتذہ ہیں ، یہاں پڑھایا اور وہاں امامت کی ،اور فلاں بزرگ کے خلیفہ ہیں،اتنی اولاد چھوڑی ، وغیرہ وغیرہ۔حالات اورتذکرہ میں کچھ ایسی باتیں ہوں جن سے ناظرین کو کوئی سبق ملے' کوئی اصلاح کی بات ملے' کوئی رہنمائی کا اصول ملے' کوئی آپ ﷺ کی احادیث اور قرآن کی باتیں ملیں،کوئی مسئلہ معلوم ہوتو وہ باتیں یقیناً مفید ہیں،ممکن ہے ہر ایک کا ایسا ذوق نہ ہو''وللناس فیما یعشقون مذاہب''۔

بہرحال اس مختصر تحریر میں اگر کوئی انصاف کی نظر سے نگاہ ڈالے گا تو کئی مفید چیزیں پائے گا،اور کچھ اپنی اصلاح کا طریقہ بھی نظر آئے گا۔اللہ تعالی اس تحریر کو قبول فرمائے اور اولاً راقم کی اور ثانیاً جملہ قارئین کی اصلاح کا ذریعہ بنائے،آمین۔ مرغوب احمد لاجپوری

حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی رحمہ اللہ کی وفات حسرت پر تعزیتی عریضہ اور مختصر تأثرات

محترم ومکرم جناب مولانا عباس صاحب وصاحبزادہ ٔ محترم اور دیگر جامعہ کے جملہ اساتذہ وارکان صاحبان رزقکم اللہ صبرا جمیلا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون امید کہ مزاج بخیر ہوں گے۔

از: ڈیوزبری مرغوب احمد: بحمد اللہ خیریت سے ہوں۔

گذشتہ دنوں منٰی کے واقعہ فاجعہ میں حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب رحمہ اللہ کے حادثۂ جانکاہ کی خبر سے طبیعت بے حد متأثر ہوئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ،اللھم اجرنا فی مصیبتنا وعوضنا خیرا منھا ،للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شئی عندہ بمقدار، ادعوا من اللہ تعالی ان یرزقکم صبرا جمیلا وعلی ما فقدتم اجرا عظیما وجزیلا،ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا۔

مولانا اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ بہت بابرکت ہستی سے محروم ہوگئے ۔حضرت مفتی صاحب کا سانحہ ایک ایسا نقصان عظیم ہے کہ جس کی تلافی نہیں ہوسکتی، ایسے نازک و افسوسناک موقع پر آپ کا رنج والم اور فطری تأثر قدرتی چیز ہے، مگر اس راہ سے کس کو مفر؟ ﴿کل نفس ذائقۃ الموت﴾ کا فیصلہ حتمی ہے، ہم سب ہی کو اس منزل سے گذرنا ہے۔ سنت نبوی ﷺ میں یہ چند سطریں قلمبند کرتا ہوں۔ اس وقت حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا وہ شعر جو انہوں نے عبد الرحمٰن بن مہدی کو ان کے صاحبزادے کی تعزیت میں تحریر فرمایا تھا‘

نقل کرتا ہوں ۔

انی معزیک لا الی علی ثقة　　من الحیاة ولکن سنة الدین

فما المعزی بباق بعد میته　　ولا المعزی ولوعاش الی حین

میں تم سے اتباعِ دین میں تعزیت کررہا ہوں نہ اس یقین پر کہ مجھے زندگی کا بھروسہ ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے بقا نہ تعزیت کرنے والے کو ہے اور نہ جس کی تعزیت کی جارہی ہے اس کو ہے، اگرچہ ایک مدت تک زندہ رہے۔

آپ کو رنج ہوگا کیونکہ آپ یتیم ہوگئے،لیکن غور کیا جائے تو بمصداق ''موت العالِم موت العالَم '' آپ کے تلامذہ واحباب اور مریدین کا ایک طبقہ اور بڑی جماعت یتیم ہوگئی۔مولانا مرحوم رحمہ اللہ کا وجود اس دورِ قحط الرجال میں بہت ہی غنیمت تھا۔افسوس ایک نعمت عظمی ہم ناقدروں سے چھین لی گئی۔

اس وقت رہ رہ کر حضرت رحمہ اللہ کی خوبیاں یاد آرہی ہیں۔خود بھی ایصال ثواب کیا اور دوستوں کو بھی تاکید کی۔اللہ تعالی حضرت رحمہ اللہ کے ساتھ اپنی خصوصی رحمت کا معاملہ فرمائے اور ہم سب ناقدروں کی طرف سے بہتر سے بہتر بدلہ نصیب فرمائے اور جملہ پسماندگان کو خصوصا آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے،آمین۔

مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے

مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک اور گوناگوں اوصاف کے حامل تھے،طبیعت میں انتہائی تواضع تھی۔سادگی میں اسلاف کے قدم بقدم تھے۔چہرہ ہی سے بزرگی وشرافت کے آثار صاف نمایاں تھے۔بڑے نرم لہجہ میں بات فرماتے،اور بڑی محبت سے ملتے،مجھ جیسے چھوٹے کے ساتھ بھی ہمیشہ بڑی بشاشت کے ساتھ اس طرح ملے کہ اب تک وہ تأثر دماغ

پرایک نقش چھوڑ گیا۔اہل قدر کے بڑے قدردان تھے،حوصلہ افزائی میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔راقم نے ایک موقع پر''فتاوی محمودیہ'' کے متعلق کچھ اپنے خیال کا اظہار کیا تو بڑے ہی توجہ سے سن کر فرمایا کہ:ان باتوں کو نوٹ کر کے مجھے ضرور بھیجو،لیکن میری ہمت نہیں ہوئی تو کئی مرتبہ یاددہانی فرما کر مجبور کیا کہ اب کی بار ضرور بھیجنا ہی ہے،اس پر راقم نے چند صفحات لکھ کر ارسال کئے تو ملاقات پر شکریہ ادا کیا اور بڑی دعائیں دیں،اور بقیہ جلدوں کے متعلق بھی حکم فرمایا،مگر میں اپنی کاہلی اور سستی کی وجہ سے اس حکم کی تعمیل نہ کرسکا۔مرحوم کے حکم پر راقم نے درجِ ذیل عریضہ لکھا تھا:

فتاوی محمودیہ کے متعلق راقم کا ایک عریضہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گرامی قدر حضرت مولانا مفتی فاروق صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج عالی بخیر ہوگا۔از ڈیوزبری مرغوب احمد لاجپوری،بحمداللہ آپ کی دعا اور اللہ تعالی کے فضل وکرم سے خیریت سے ہوں اور آپ کی خیروعافیت کا طالب ہوں۔سفرحج میں ملاقات پر حضرت نے تاکیدی حکم فرمایا کہ''فتاوی محمودیہ'' میں جو باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں اور ان پر میں نے نشانات کر رکھے تھے انہیں آپ کی خدمت میں ارسال کروں، یہ نشانات کئی سال ہوئے میرے نسخہ میں لگے رہے تھے اور ایک دو مرتبہ آپ کے حکم کے باوجود ارسال کرنے کی ہمت نہیں ہوئی کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت اور آپ کے فتاوی کے بارے میں میری طرف سے کچھ لکھنا سورج کو روشنی دکھانا کے مصداق ہے،مگر آپ کا اصرار اور حرم محترم کی زمین مبارک پر حکم نے مجبور کیا کہ جو کچھ میری

سمجھ میں نہ آیا تھا' ارسال کردوں۔ یہ ایک طالب علمانہ تحریر ہے اس پر غور فرمالیں، اور جو بات آنجناب کی سمجھ میں آئے، اس سے مجھے بھی مطلع فرمادیں تو احسان عظیم ہوگا۔ میری تحریر میں اگر حضرت اقدس رحمہ اللہ کی شان میں کچھ گستاخی ہوگئی ہوتو اللہ تعالی سے معافی کا طالب ہوں۔ اور آپ سے اصلاح کا متوقع۔ خط ملنے پر مطلع فرمادیں تو عین نوازش ہوگی۔ اپنی دعاؤں میں ضرور یاد فرماتے رہیں۔ فقط طالب دعا۔

مرغوب احمد لاجپوری

۲۳رذوالحجہ ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۳رجنوری ۲۰۰۷ء

بروز شنبہ

ان خیالات کی تفصیل ''علمی مکتوبات'' ص ۳۷-۳۷۳ر پر دیکھی جاسکتی ہے۔

اپنے شیخ ومربی کے علوم کی ترویج واشاعت کا عظیم کارنامہ

حضرت رحمہ اللہ کا ایک بڑا کارنامہ اپنے شیخ اور مربی حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب رحمہ اللہ کے علوم کی اشاعت وترویج ہے۔ راقم نے ایک جگہ پر ''نقش دوام'' کے حوالہ سے اور اس میں کچھ اپنی طرف سے اضافہ کر کے لکھا تھا:

''عجیب بات ہے کہ اس کائنات میں بعض علوم ومعارف دین ودانش کے لئے کچھ خاص زبانیں اختیار کی جاتی ہیں۔ شمس تبریز کی عرفانی حقیقتوں کے لئے ترجمان کی حیثیت سے مولائے روم رحمہ اللہ کا وجود ضروری ہوا۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے معارف ابن قیم رحمہ اللہ کے بغیر کائناتِ عالم میں اشاعت پذیر نہ ہوسکے۔ ابن ہمام رحمہ اللہ کا تفقہ اور ان کی فقہی بصیرت ان کے نامور شاگرد قاسم ابن قطلو بغا رحمہ اللہ (و۸۰۲ھ ف ۸۷۹ھ، نوی صدی کے مشہور حنفی فقیہ اور بڑے محدث ہیں، ولادت ووفات قاہرہ میں ہوئی، علامہ ابن ہمام کے خاص

تلمیذ ہیں، اور کثیر التصانیف ہیں) سے زیادہ بڑے پیمانے پر روشناس ہوئی۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی دیدہ وری اور حدیثی مہارت حافظ سخاوی رحمہ اللہ کے وجود سے مستند ہے۔حضرت حاجی امداداللہ صاحب رحمہ اللہ کوایک ایسی زبان کی ضرورت پیش آئی جوان کے سینہ میں مستور گنجینۂ علم ومعرفت کوعالم آشکارا کرے تو قدرت نے حضرت مولانا قاسم نانوتوی اورحضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہما اللہ کی زبان کوان کا پیغامبر بنادیا''۔

(نقش دوام،ازمولانا انظر شاہ صاحب کشمیری مدظلہ)

علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے علوم ومعارف کوعلامہ بنوری رحمہ اللہ (اور چند مخصوص تلامذہ کا نام بھی لیا جاسکتا ہے) نے اجاگر کیا۔اسی طرح دینی تحریکات میں بہت زیادہ وسیع الاثر اور سریع الاثر تبلیغی جماعت کے امیر وروح رواں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمہ اللہ کے علوم کو پھیلانے اور لاکھوں کے مجمع کو اللہ کے راستہ میں نکالنے کی ترغیب دینے کی ضرورت پڑی تو حق تعالی نے حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمہ اللہ کوحضرت کا جانشین اور سفر وحضر کا رفیق بنادیا۔(ذکر صالحین ص ۵۵ ج ۳)

اسی طرح حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب رحمہ اللہ کے لئے بھی اللہ تعالی نے ان کے فتاوی، مواعظ وملفوظات اور مکتوبات کے ساتھ دیگر علوم کی اشاعت کے لئے نعمت غیر مترقبہ کے طور پر آپ کو منتخب فرمایا تھا۔حضرت کے علوم کی جس طرح آپ نے اشاعت فرمائی واقعہ یہ ہے کہ اس کی مثال کم ملتی ہے۔حتی کہ اپنی کئی محنتوں کو بھی حضرت ہی کی طرف منسوب کرکے شائع فرمایا، یہ بھی آپ کے کمال تواضع اور فنائیت کی قابل تقلید مثال ہے۔

''فتاوی محمودیہ'' کی جمع وترتیب کا قابل رشک کام

''فتاوی محمودیہ'' کی جمع وترتیب اوراس کے لئے محنت ولگن سے جوکام وجود میں آیا اس

نے فتاوی کی دنیا میں اپنا لوہا منوایا، اور نہ صرف عوام وعلماء کے لئے بلکہ ارباب افتاء کے لئے بھی ایک قیمتی تحفہ ہوگیا، خصوصاً جدید ترتیب وحواشی پر مشتمل: ۳۱؍جلدوں کے حامل نسخہ نے فتاوی کی دنیا میں اپنا ایک مقام پیدا کرلیا۔ اللہ تعالی اس عظیم خدمت کو قبول فرماکر حضرت مرحوم کو فقہاء کے زمرہ میں جگہ عنایت فرمائے۔

’’مشکوۃ شریف‘‘ کی شرح ناقابل فراموش خدمت

حضرت کے کارنامہائے عظیمہ میں ’’مشکوۃ شریف‘‘ کی شرح بھی ایک مفید اور قابل رشک کارنامہ ہے۔ اپنے محبوب استاذ حضرت علامہ رفیق صاحب رحمہ اللہ کے درسی افادات کو سامنے رکھ کر آپ نے ایک مبسوط شرح تیار فرمالی، کاش یہ کام اختتام تک پہنچتا تو احادیث کی بیشمار شروحات سے اور خصوصا ’’مشکوۃ شریف‘‘ کی اکثر شروحات سے طلباء و اساتذہ کو مستغنی کردیتا۔ استاذ محترم کی عقیدت سے نام بھی ’’الرفیق الفصیح لمشکوۃ المصابیح‘‘ تجویز فرمایا۔ اپنے استاذ کے درسی افادات کو آپ نے مکمل زمانۂ طالب علمی میں قلمبند کیا تھا۔

یہ شرح کس طرح وجود میں آئی اس کی داستان بھی بڑی دلچسپ ہے، ایک مرتبہ حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خانصاب رحمہ اللہ مرحوم کے کمرہ میں تشریف لائے اور ’’مشکوۃ شریف‘‘ کی ان کاپیوں کو ملاحظہ فرماکر ارشاد فرمایا: ’’ان کو شائع ہونا چاہئے‘‘۔ صحیح ہے ع

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب رحمہ اللہ کانپور میں ’’مشکوۃ شریف‘‘ کا درس بڑے اہتمام سے دیا کرتے تھے، اور اس درس کو بڑی اہمیت حاصل تھی، یہاں تک کہ بعض بڑے مدارس کے طلباء بھی اس میں شرکت کے لئے حاضر ہوتے تھے،

حضرت نے اپنی ''مشکوۃ شریف'' پر بعض مفید یادداشتیں جن میں اکثر شروحات کے حوالے ہوتے تھے، لکھ رکھے تھے، ان میں زیادہ تر: بذل ، اوجز، کوکب، مرقاۃ، فتح الباری ، نووی ، امانی الاحبار ، لامع ، فتح الملهم ، وغیرہ زیر مطالع رہتی تھیں، ان کے حوالجات زیادہ ہوتے تھے، یہ حواشی ''مشکوۃ شریف'' پر کام کرنے والوں کے لئے بے حد مفید تھے کہ ان حوالجات کی وجہ سے فوراً متعلقہ مسئلہ و بحث کی تحقیق آسان ہوجاتی۔ اللہ کی شان کہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب رحمہ اللہ نے اخیر زمانہ میں کثرت امراض اور ضعف بصر کی وجہ سے اپنا ذاتی کتب خانہ پورا ہی تقسیم فرما دیا تھا، اس کا بڑا حصہ مرحوم ہی کے حصہ میں آیا تھا، اس میں ''مشکوۃ شریف'' کا وہ نسخہ بھی آپ کو ہدیہ فرمایا، حالانکہ حضرت نے اس نسخہ پر ایک صاحب علم مفتی صاحب کا نام بھی لکھ دیا تھا کہ یہ نسخہ ان کو دینا ہے، مگر مرحوم کو عنایت فرما کر فرمایا: فلاں صاحب کے لئے اس کو میں نے رکھا تھا مگر یہ آپ کے لئے ہے، ساتھ یہ بھی رہنمائی کردی کہ: یہ نسخہ محض مطالعہ کے لئے تو زیادہ کارآمد نہیں مگر ''مشکوۃ شریف'' پر کام کرنے والوں کے لئے بہت مفید ہے۔ اس وقت تک مرحوم کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ میں کبھی ''مشکوۃ شریف'' کی شرح لکھوں گا اور اس عظیم کتاب پر کام کروں گا، مگر ''اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله'' حضرت رحمہ اللہ نے اپنے نور فراست سے نہ معلوم کیا دیکھا ہوگا، بہرحال یہ اسباب اس شرح کے وجود میں آنے کے ذریعہ بنے۔

ان باطنی محرکات کے ساتھ ایک ظاہری محرک یہ بنا کہ مرحوم کو اس کا احساس ہوا اور بڑھتا ہی گیا کہ اب جبکہ عمر ساٹھ سال سے تجاوز کر رہی ہے ، نہ معلوم کب وقت اجل آجائے، اس لئے بہتر ہے کہ زندگی کے آخری ایام حدیث شریف کی خدمت میں گذرے کہ حدیث شریف کی خدمت بذات خود بہت بڑی دولت اور نفع بخش ہے، اور اللہ کی ذات

سے کیا بعید ہے کہ اس کی برکت سے حدیث پاک کے خدمت گذاروں میں حشر فرمادیں، اس تقاضے نے اس کام پر آمادہ کیا، واقعی اللہ تعالی نے آپ کی یہ تمنا پوری فرمائی اور حدیث پاک کی خدمت ہی کے درمیان اپنے جوار رحمت میں بلالیا، انشاء اللہ' اللہ تعالی سے قوی امید ہے کہ محدثین کے زمرہ میں آپ کا حشر فرمائیں گے، کیونکہ ''انا عند ظن عبدی بی'' کا ارشاد وارد ہے۔ ؎

نہ تھمتی چشم نم میری نہ ہوتا اشک کم میرا
اسی شغل مبارک میں نکلتا کاش دم میرا

راقم کو اس شرح سے استفادہ کا موقع ملا، بڑی بہترین شرح لکھی، ماشاء اللہ ظاہری حسن سے بھی مالا مال، عمدہ کاغذ' مضبوط خوبصورت جلد' صاف ستھری تحریر، اور حسن باطنی سے بھی بھرپور۔ شروع میں مبسوط اور مفید مقدمہ جس میں ضروری تقریباً تمام ابحاث پر سیر حاصل گفتگو، اور حدیث کے متعلقات و اصطلاحی الفاظ کی تعریفات، محدثین اور ائمہ کے حالات وغیرہ مفید مضامین بڑے ہی سلیقہ سے جمع کئے گئے ہیں۔

شرح کا انداز بھی خوب اور نرالا ہے، حدیث پاک کا سہل اور آسان ترجمہ، اور مفید تشریح، نہ اکتانے والی تفصیل اور نہ ایسا اختصار کہ تشنگی رہ جائے، حدیث کے ذیل میں وارد ہونے والے اشکالات اور ان کے جوابات سے مکمل تشفی، اور حدیث سے مستنبط مسائل اور فوائد پر قابل مطالعہ بہترین تحریر۔

خطبہ کی شرح میں ''عبدہ'' پر آئے تو کتنی عمدہ بات تحریر فرمائی:

''وصف عبدیت کے ذکر میں یہ نکتہ بھی ہے کہ ختم رسالت ومعراج جیسے مناصب جلیلہ پر فائز ہوجانے سے رسول عبدیت سے نکل نہیں جاتے، بلکہ مقامات عالیہ ان کی عبدیت

میں اور بھی عروج وچاشنی پیدا کردیتے ہیں۔(ص۳۰۴ج۱)

کتب حدیث میں لفظ ''ابن'' بکثرت استعمال ہوتا ہے، اور عامۃً اس کے قواعد سے ناواقفیت ہوتی ہے، مرحوم نے ایک مستقل عنوان ''قواعد وفوائد ہمزہ ابن'' سے بہت مفید بحث کی ہے، طلباء کو ضرور اسے دیکھنا اور یاد کرنا چاہئے۔(ص۳۱۲ج۱)

حدیث کے تحت جو فوائد بیان کئے ہیں وہ بھی بڑے کام کے ہیں۔پہلی حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' کے ذیل میں فوائد کے عنوان سے:۱۶/فوائد ذکر کئے ہیں، جی چاہتا ہے کہ ناظرین کے لئے بطور نمونہ ان کو نقل کردوں، تاکہ کسی کو ان فوائد سے فائدہ پہنچے تو شاید اصل شرح کی طرف مراجعت کی رغبت پیدا ہو:

(۱)......اس روایت سے ایک فائدہ یہ سمجھ میں آیا کہ علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے ہجرت ظاہرہ درکار ہے۔

(۲)......علوم دینیہ میں حصول کمال ہجرت باطنہ پر موقوف ہے۔

(۳)......خرم فی الحدیث (یعنی حدیث کے بعض جملوں پر اکتفاء کیا جائے اور بعض جملوں کو حذف کردیا جائے) جائز ہے۔

(۴)......اعمال کا ثمرہ ملنے کا دارومدار نیات پر ہے۔

(۵)...... ہر آدمی کو عمل کا ثواب بقدر نیت ملے گا۔اگر کسی عمل میں دس نیتیں کرلی ہیں تو دس کا ثواب مل جائے گا۔

(۶)......کتاب کے شروع میں یہ حدیث لکھنی چاہئے تاکہ نیت صاف ہوجائے۔

(۷)......کسی ضابطہ کو بعد مثال پیش کرنا چاہئے، تاکہ سمجھنا آسان ہوجائے۔

(۸)......کسی خاص شخص میں کوتاہی ہو تو بہتر یہ ہے کہ شدید ضرورت کے بغیر خطاب خاص

نہ کیا جائے، خطاب عام میں اصلاح کی کوشش کی جائے، جیسے مہاجر ام قیس رضی اللہ عنہ کی خطاب عام میں اصلاح فرمائی۔

(۹)......اگر کسی عام چیز کو ذکر کیا جائے پھر اس کے خاص فرد کے الگ ذکر کرنے میں کوئی نکتہ ہو تو اس کی تخصیص اچھی چیز ہے، مطلب یہ ہے کہ تخصیص بعد التعمیم میں اگر کوئی حکمت ہو تو یہ مفید چیز ہے۔

(۱۰)......حدیث سے معلوم ہوا کہ محبوب چیز کا تکرار کرنا محمود ہے۔

(۱۱)......قبیح چیز کا تکرار قبیح ہے۔ یہ دونوں باتیں یوں ثابت ہوئیں کہ دو جملوں میں دنیا اور عورت کا نام دوبارہ نہیں لیا، بلکہ اس کی جگہ ''ماهاجر اليه'' کہہ دیا۔

(۱۲)......دیباچہ میں احادیث کا ذکر کرنا مستحسن ہے۔

(۱۳)......دین کو کسب دنیا کا ذریعہ بنانا مذموم ہے۔

(۱۴)......مصنف نے آغاز کتاب سے پہلے اس حدیث کو لاکر اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ یہ حدیث کسی خاص بات کے ساتھ مخصوص نہیں، اس کی ضرورت ہر جگہ ہے۔

(۱۵)......شروع میں حدیث لانے سے اس طرف اشارہ کردیا کہ طالب علم کے لئے ہجرت ظاہرہ یعنی ترک وطن کرنا ہوگا۔

(۱۶)......شروع میں حدیث لاکر اس طرف بھی اشارہ کردیا کہ طالب علم کو علم کے لئے ہجرت باطنہ بھی کرنی پڑے گی، صورت وسیرت ٹھیک کرنی پڑے گی، ترک معاصی کے بغیر نور علم حاصل نہں ہوسکتا۔ (ص ۳۳۸ ج ۱)

حدیث جبرئیل، جسے ''ام الاحادیث'' و ''ام الجوامع'' اور ''ام السنۃ'' بھی کہا گیا، کی تقریباً: ۲۵ رصفحات میں بڑی عمدہ اور لائق مطالعہ تشریح فرمائی ہے، اس کے آخر میں اس

حدیث کے: ۱۷ر فوائد بھی قابل دید ہیں۔ (ازص۴۴رتا۶۹ ج۲)

''باب الکبائر و علامات النفاق ''میں کبائر کی تعریف میں مختلف اقوال وغیرہ کی مفید بحث کے بعد کبیرہ گناہوں کی فہرست جمع کی ہے جس میں: ۱۰۲ر کبیرہ گناہ کی نشاندہی فرمائی، اسی طرح صغیرہ گناہوں کو بھی: ۵۸ر کی تعداد تک ذکر کر کے بعض سے اختلاف بھی کیا ہے، یہ فہرست اور اس کے متعلقات بھی قابل مطالعہ ہیں۔ (ازص: ۳۵۲رتا: ۳۶۱ ج۲)

مرحوم کی اور مفید تصانیف

کام کی باتیں: ......حضرت مرحوم کی اور بھی دسیوں مفید تصانیف قابل مطالعہ ہیں۔ بعض مفید رسائل کے ترجمے بھی فرمائے، ابن حجر رحمہ اللہ کا ایک مختصر رسالہ ''منبہات'' بڑا وقیع اور دل پر اثر کرنے والا رسالہ ہے، اس میں عجیب وغریب حکمت کی باتیں اور احادیث رسول اور صحابہ واکابر اور اسلاف کے مؤثر اقوال جمع کئے گئے ہیں، ایک مرتبہ دیکھنا شروع کرو تو ختم تک چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ مرحوم نے اس کا بہترین اور آسان ترجمہ فرما کر ''کام کی باتیں'' کے نام سے شائع فرمایا، اس میں سے بطور نمونہ دو اقتباس درج ذیل ہیں:

پانچ چیزوں کی محبت: ......حضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: میری امت پر عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ پانچ چیزوں سے محبت کریں گے اور پانچ چیزوں کو بھلا دیں گے:

(۱)......دنیا سے محبت کریں گے آخرت کو بھلا دیں گے۔

(۲)......مکانوں سے محبت کریں گے اور قبروں کو بھلا دیں گے۔

(۳)......مال سے محبت کریں گے اور حساب کو بھلا دیں گے۔

(۴)......اہل وعیال سے محبت کریں گے اور حساب کو بھلا دیں گے۔

(۵)......اپنے نفس سے محبت کریں گے اور اللہ تعالیٰ کو بھلا دیں گے۔

وہ مجھ سے بری ہیں اور میں ان سے بری ہوں۔

پانچ چیزوں پر انعام:......حضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ کسی کو پانچ چیزیں نہیں بخشتا مگر اس کے لئے دوسری مزید پانچ چیزیں تیار کر دیتا ہے:

(۱)......اللہ تعالیٰ کسی کو شکر کی توفیق نہیں بخشتا مگر اس کے لئے زیادتی تیار کر دیتا ہے۔

(۲)......اور کسی کو دعا کی توفیق نہیں دیتا مگر اس کے لئے قبولیت تیار کر دیتا ہے۔

(۳)......کسی کو استغفار کی توفیق نہیں دیتا مگر اس کے لئے مغفرت تیار کر دیتا ہے۔

(۴)......کسی کو توبہ کی توفیق نہیں دیتا مگر اس کے لئے قبولیت تیار کر دیتا ہے۔

(۵)......کسی کو صدقہ کی توفیق نہیں دیتا مگر اس کے لئے قبول ومنظوری تیار کر دیتا ہے۔

(کام کی باتیں ص:۶۸و۶۹)

حقوق مصطفیٰ ﷺ:......آپ کا ایک بہترین رسالہ ''حقوق مصطفیٰ ﷺ'' بھی ہے۔اس میں آپ ﷺ کے سات حقوق بیان فرمائے گئے ہیں۔ پہلا حق: آپ ﷺ پر ایمان لانے کی فرضیت کا، دوسرا حق: آپ ﷺ کی اطاعت کے واجب ولازم ہونے کا، تیسرا حق: آپ ﷺ کی سنتوں، عادتوں اور خصلتوں کی اتباع کا، چوتھا حق: آپ ﷺ کے حکم وسنت کو ترک نہ کرنے کا، پانچواں حق: آپ ﷺ کی محبت کے لازم ہونے کا، چھٹا حق: آپ ﷺ کی تعظیم وتکریم کا، اور ساتواں حق: درود وسلام کی کثرت کا۔آپ ﷺ کی محبت کا تقاضا ہے کہ امت کے سارے افراد اس رسالہ کو اہتمام سے پڑھیں اور اس پر عمل کی کوشش کریں۔

مرحوم: ۱۴۰۰ھ میں حرمین شریفین کے سفر میں تھے کہ شدت سے خیال آیا کہ کبھی ہم عزیزوں، دوستوں، بزرگوں کے پاس جاتے ہیں تو کچھ نہ کچھ ہدیہ وغیرہ لے جاتے ہیں،

رسول اکرم ﷺ جو دنیا و مافیہا کے تمام عزیز و اقارب‘ دوست و احباب سے زیادہ محبوب ہیں اور سب اولیاء انبیاء‘ ملائکہ سے زیادہ مقدس و معظم ہیں، اس پاک و عالی دربار میں حاضری ہو، اور زندگی میں معلوم نہیں کہ یہ دولت پھر میسر آئے یا نہ آئے، کونسا ہدیہ اس دربار عالی میں پیش کیا جائے؟ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اچانک خیال آیا کہ آپ ﷺ کے حقوق کے موضوع پر مستقل کتاب کا ذہن پر پہلے سے تقاضہ تھا، اسی طرف مرحوم کا ذہن منتقل ہوا کہ اسی کو ترتیب دے کر اس پاک و عالی دربار میں پیش کر کے قبولیت کی درخواست کی جائے۔اس رسالہ کی اجمالی ترتیب بحر و بر میں یعنی بحری جہاز میں‘ اسی طرح جدہ‘ مدینۃ الحجاج‘ کسٹم ہاؤس‘ مسجد حرام‘ مقام ابراہیم‘ مسجد نبوی‘ ریاض الجنہ‘ مقام صفہ‘ منیٰ‘ مزدلفہ‘ عرفات جیسے مقدس و مستجاب مقامات پر ہوئی، اور اس کی قبولیت کے آثار بھی خوب مشاہدہ میں آئے۔رسالہ کا عرض مرتب بھی خوب ہے۔

تذکرہ مجدد الف ثانی:......مرحوم کی ایک قابل قدر تالیف ’’تذکرہ مجدد الف ثانی‘‘ بھی ہے، اس کا مطالعہ اس وقت کے حالات میں انتہائی ضروری ہے، خصوصاً ان حضرات کے لئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے خاص منصب سے نوازا ہے، اور ان کی حالات پر نظر بھی ہے۔اس وقت امت میں فسق و فجور بے دینی والحاد بلکہ نوجوانوں میں ذہنی ارتداد کے حالات پیدا ہوتے جا رہے ہیں، اور برابر بڑھتے‘ پھیلتے جا رہے ہیں، برائیوں کا ایک سیلاب ہے جو امنڈا چلا آ رہا ہے اور بڑے بڑے طاقت ور جوان اس کی رو میں بہے چلے جا رہے ہیں۔ ارباب حکومت کا ایک طبقہ غلط فہمی میں اور ایک طبقہ عناد و حسد میں اسلام اور مسلمانوں کی بقا کو نہ صرف مضر سمجھتا ہے، بلکہ انہیں دنیا سے مٹانے کی ٹھان کر پروگرام اور منصوبے بنا رہا ہے۔ضرورت ہے کہ کچھ اہل دل‘ جواں ہمت آگے آئیں اور بند ھ باندھ کر طوفان کو آگے

بڑھنے سے روکے۔ ہر زمانے میں، ہر صدی میں ایسے اولوالعزم باہمت افراد نظر آئیں گے، جنہوں نے جان کی بازی لگا کر سیلابوں کے رخ موڑ دیئے، طوفان کے سامنے باڑ لگادی، فتنوں کا تعاقب کیا، اور دین وامت کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا۔

ایسے حالات میں ضرورت تھی کہ ایسی برگزیدہ ہستی کے حالات کا ایک خاکہ امت کے سامنے پیش کیا جائے، چنانچہ مرحوم نے ''تذکرہ مجدد الف ثانی'' کی تالیف فرمائی، جنہوں نے دسویں صدی ہجری میں اکبر بادشاہ کا دین الٰہی کے قیام کا فتنہ یقیناً ایک عظیم فتنہ تھا کو بڑی حکمت ودانائی سے ناکام بنادیا، اور کتنا باہمت تھا وہ بوریہ نشیں، درویش جو اپنی جان کی بازی لگا کر سدسکندری بن کر کھڑا ہوگیا، اور ایسے مطلق العنان بادشاہ کے مقابلہ میں اس فقیر بے نوا کو کامیابی ملی، طوفان کے رخ پھر دیئے، سیلاب تھمے، انسانیت نے سکون کا سانس لیا۔

اس کتاب میں کوشش کی گئی کہ ان کی قربانیاں اجاگر کی جائیں تاکہ ماضی کے اس آئینہ میں اپنے حال اور مستقبل کے بنانے، سنوارنے کی فکر کریں، اپنے ماحول میں پھیلی ہوئی بد دینی اور جاہلیت کے رسم و رواج کو مٹا کر دین وسنت کو پھیلانے، عام کرنے، پروان چڑھانے کی فکر کریں اور اپنے اپنے گھروں، خاندانوں، محلوں، بستیوں، شہروں بلکہ ملکوں کی اصلاح کا حوصلہ رکھیں اور دیکھیں کہ کیا چیزیں کم ہیں کہ پوری کردیں، کیا رخنے ہیں کہ بھردیں، کیا چیزیں بیکار ہوگئی ہیں کہ نکال دیں۔ اہل خانقاہ ومشائخ کو اس کا پیغام ہے کہ ؎

اے پیرحرم، رسم و رہ خانقاہی چھوڑ — مقصود سمجھ میری نوائے سحری کا
اللہ رکھے تیرے جوانوں کو سلامت — دے ان کو سبق خودشکنی، خودنگری کا
تو ان کو سکھا خارہ شگافی کے طریقے — مغرب نے سکھایا انہیں فن شیشہ گری کا
دل توڑ گئی ان کا دوصدیوں کی غلامی — دارو کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے کس طرح دین اکبری کا مقابلہ کیا، ان کا صحیح طریق کار کیا تھا؟ اس وقت حضرت مجدد رحمہ اللہ اوران سب حضرات کے لئے جو علم دین اور کمال باطن سے آراستہ' خود مشغولی اور سیر فی اللہ کی دولت سے مالا مال اور دینی حمیت و غیرت کے نشہ سے سرشار تھے، اس صورت حال جو اس وقت قلم رو سلطنت پر سایہ فگن تھی' تین راستے تھے:

(۱)......سلطنت اور ملک کے حالات کو چھوڑ کر کسی ایسے گوشہ انتخاب' جہاں اطمینان سے یاد خدا میں مشغولی' طالبین کی تربیت اور عبادت وذکر کی یکسوئی اور سرگرمی میسر آسکتی تھی، یہ وہ طرز عمل تھا جو حضرت مجدد رحمہ اللہ کے عہد میں بیسیوں بلکہ صدہا علماء ومشائخ نے اختیار کیا،

(۲)......سلطنت کو اسلام کا مخالف سمجھ کر اس کے خلاف ایک دینی محاذ قائم کر لینا۔

(۳)......ارکان سلطنت و امرائے دربار سے تعلقات پیدا کر کے ان میں دینی جذبہ اور حمیت ابھار کر ان کے دلوں کے خاکستر میں جو ایمانی چنگاریاں دبی ہوئی ہیں ان کو فروزاں کر کے بادشاہ کو نیک مشورہ دینے پر آمادہ کرنا۔

جہاں تک پہلے نمبر کا تعلق ہے مجدد رحمہ اللہ کی طبیعت سے مناسبت نہیں رکھتا، اللہ تعالی نے آپ سے کوئی دوسرا ہی کام لینا تھا، اور آپ محض لازمی وانفرادی عبادت وترقیات اور پیری مریدی کے لئے پیدا نہیں کئے گئے تھے۔

ایک جگہ خود مجدد صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''فرزندا! باوجود اس معاملہ کے جو میری پیدائش سے متعلق ہے' ایک بڑا کارنامہ میرے حوالہ فرمایا گیا ہے، پیری مریدی کے لئے مجھ کو نہیں لایا گیا' اور میری پیدائش سے سالکین کی تربیت اور ارشاد خلق بھی مقصود نہیں، ایک دوسرا ہی معاملہ ہے اور ایک دوسرا

کارخانہ ہے جو میرے حوالہ کیا گیا ہے، اس اثناء میں جو شخص مناسبت رکھے گا، فیض حاصل کرے گا ورنہ نہیں، میرے سپرد کردہ کارخانہ کے مقابلہ میں تکمیل وارشاد کا معاملہ تو ایک ایسا معاملہ ہے جیسے راستہ کی کوئی گری پڑی ہوئی چیز ہو"۔

(مکتوب: ٦ رجلد دوم۔تذکرہ مجدد الف ثانی ص ۳۲)

دوسرا راستہ سخت خطرناک تھا، اور اس وقت کے ماحول میں اسلام کے بارے میں ایک طرح سے خودکشی کا اقدام تھا۔

اب آخری راستہ ہی باقی تھا، ارکان سلطنت سے رابطہ قائم کریں، چنانچہ مجدد صاحب رحمہ اللہ نے ارکان سلطنت کو اپنا مخاطب بنایا، مراسلت کا سلسلہ شروع کیا اور صفحہ قرطاس پر اپنے دل کے ٹکڑے اتار کر رکھ دیئے بالآخر دسویں صدی میں ہندوستان کی عظیم سلطنت مغلیہ میں جو انقلاب رونما ہوا اس میں ان خطوط کا بنیادی حصہ اور بڑا دخل ہے۔

(تذکرہ مجدد الف ثانی ص ۲۰ وص ۵۷)

شعبۂ تصوف وسلوک بھی بے احتیاطی کا شکار

اس تحریر کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ پیری مریدی کوئی اہمیت نہیں رکھتی، وہ بھی اپنے حدود میں ضروری ہے، لیکن اس وقت تو ایک طبقہ نے بس اس کو ایسا ضروری بنالیا ہے کہ اس کے بغیر نہ جنت مل سکتی ہے اور نہ مؤمن بن سکتا ہے۔ اور اس شعبہ میں بھی اس قدر کمزوری آچکی ہے جس کا بیان ممکن نہیں، ہر آدمی پیر بننے کے چکر میں ہے، اصلاح ہوئی نہیں اور خلافت کا سرٹیفکیٹ مل رہا ہے، بعض خلفاء کو دیکھ کر شیخ کی عقیدت بھی ختم ہوجاتی ہے آخر اس آدمی کو کیسے خلافت کا مستحق سمجھ لیا گیا؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ شیخ عالم الغیب نہیں مگر فراست اور ظاہری احوال کا سراغ تو لگانا چاہئے۔

ہمارے ان مشائخ کو جن کو اللہ تعالی نے رسوخ اور ایک مقام عطا فرمایا ہے' ان کو اس موضوع پر بھی کھل کر بولنے اور لکھنے کی ضرورت ہے، یہ کوئی دکان ہے پیری مریدی کہ تاجر خلیفہ' وکیل خلیفہ' مالدار خلیفہ، بلکہ حقیقی بات یہ ہے کہ بہت سے علماء تک خلافت کے اہل نہیں، نہ اس راستہ کے اصول وضوابط معلوم ہیں اور نہ تصوف کے فن سے کوئی مناسبت۔

فرق باطلہ کا رد

مرحوم کو اللہ تعالی نے غیرت وحمیت سے بھی مالا مال فرمایا تھا، اسی لئے اہل سنت والجماعت کے خلاف کسی عقیدہ کی اشاعت پر ان کی رگ حمیت بھڑک اٹھتی تھی، اسی جذبہ سے متأثر ہوکر آپ نے فرق باطلہ کے رد میں کئی رسائل اور تصانیف لکھیں، جو اہل نظر سے مخفی نہیں۔

انہیں تصانیف میں ایک قابل قدر تصنیف دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سوانح بھی ہے۔ موصوف نے اکابر کی تصانیف سے انتخاب کرکے اسے بڑی عمدہ ترتیب سے مرتب فرمایا، یہ: ۵۷۶ رصفحات پر پھیلی ہوئی ایک ضخیم کتاب ہے۔ اس سوانح میں بڑی مفید اور قابل اتباع واقعات اور ملفوظات جمع کئے گئے ہیں۔ دوران تحریر حضرت نے اپنے زمانہ کے شیوخ کی اصلاح کی بھی کوشش فرمائی ہے، ایک واقعہ تحریر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

تربیت کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عجیب واقعہ

''ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ کچھ لوگ ان کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں (جس طرح آج کل بہت سے پیر صاحبان اپنے مریدوں کو ساتھ لئے ہوئے چلتے ہیں) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں درہ تھا،

آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مارا اور فرمایا کہ: یہ کیا طریقہ ہے؟ یہ چیز پیچھے چلنے والوں کے لئے باعث ذلت اور آگے چلنے والوں کے لئے فتنہ کا سبب ہوسکتی ہے''ھذا ذلۃ للتابع وفتنۃ للمتبوع''۔(منہاج السنۃ ۶/۲۵۶)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں، اور ان کا بہت اونچا مقام و مرتبہ بھی ہے، لیکن اس سب کے باوجود آپ نے انہیں سخت تنبیہ فرمائی کہ اس طرح کا انداز کسی کو بھی فتنہ میں مبتلا کرسکتا ہے، اور اس کے دل میں اپنی ذات کی بڑائی کا تصور سما سکتا ہے، اور یہ بات اللہ جل شانہ کو پسند نہیں ہے۔

(فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ص ۴۷۵)

حدود اختلاف:......مرحوم کی تصانیف میں ''حدود اختلاف'' کا ذکر کئے بغیر آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہوتی، یہ عجیب وغریب کتاب ہے، آج کے دور میں اہل علم کو بطور خاص اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ آج اہل علم ہی نہیں، ارباب افتاء ہی نہیں بلکہ بعض مشائخ جو دوسروں کی اصلاح کا کام سرانجام دے رہے ہیں ان میں بھی اختلاف کے حدود کی قطعاً رعایت نہیں، اس کتاب کے مطالعہ سے ضرور فائدہ ہوگا۔ طوالت کے خوف سے اس کتاب پر مزید تبصرہ سے معذور ہوں۔ جی چاہ رہا تھا کہ اس پر تفصیل سے لکھوں مگر خوف طوالت سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

البتہ اس موقع پر مرحوم کا ایک خواب نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی رحمہ اللہ کو ''حدود اختلاف'' کی اشاعت کا بڑا تقاضہ رہتا تھا، زندگی میں تو کئی مرتبہ اس کا اظہار فرمایا تھا، مگر ایک مرتبہ خواب میں زیارت ہوئی تو یہ حدیث شریف پڑھی: ''صل من قطعک، واعف عمن ظلمک، واحسن الی من اساء الیک''یعنی

جورشتہ توڑے اس سے رشتہ جوڑو، جوظلم کرے اس کو معاف کرو، اور جوتمہارے ساتھ برائی کرے اس کے ساتھ احسان کرو' اور پھر ارشاد فرمایا: اس حدیث پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں، اس پر عمل کرنے اور اس کو پھیلانے کی ضرورت ہے''۔ (حدود اختلاف ص ۳۸)

حقیقت یہ ہے کہ مرحوم کی یہ کتاب آج کے دور میں بہت اہتمام سے پڑھی جانی چاہئے، میں خود بھی اس کا محتاج ہوں، اور عوام سے زیادہ خواص اور مشائخ کو اس کے مطالعہ کی اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ آج مشائخ کہلائے جانے والے اور لوگوں کی اصلاح کرنے والے' مرشد کی زندگی بھی حسد' بغض' غیبت و بہتان سے خالی نہیں، ایک ہی شیخ کے خلفاء میں جوڑ نہیں (حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کے خلفاء میں اب تک ماشاء اللہ خوب جوڑ نظر آیا، اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچائے) بلکہ لڑائی اور دشمنیاں تک ہیں، بڑے اداروں میں جو اختلاف ہوا اور اس میں حدود کو جس طرح پامال کیا گیا' ان میں اکثر مشائخ اور خلفاء ہی تو تھے۔ اور اب تو ذرا سے اختلاف پر تعلقات کا توڑ دینا، اور ملنا جلنا بند کر دینا، اور فون و رابطہ اور دوستی کا یکسر ختم کر دینا ہی نہیں' دشمنی پر تل جانا، مسائل میں ضد کی وجہ سے اختلاف کرنا، نقصان پہنچانے کے درپے ہونا وغیرہ امور پر ماتم ہی کیا جانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہم سب کی اصلاح فرمائے، ایسا لگتا ہے کہ اس وقت تو کئی مجدد کی ضرورت ہے، کوئی ایک بندہ خانقاہ کی تجدید کے لئے چاہئے، گویا ایک حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی ضرورت ہے، کوئی ایک مجدد دعوت و تبلیغ کی اصلاح کے لئے چاہئے، گویا ایک حضرت دہلوی رحمہ اللہ کی ضرورت ہے، کوئی ایک مجدد مدارس و مکاتب کی اصلاح کے لئے چاہئے، کوئی ایک مجدد معاشرہ کی اصلاح کے لئے چاہئے، کچھ حضرات تو اس وقت حضرت مہدی رضی اللہ عنہ ہی کے انتظار میں بیٹھے ہیں کہ اب تو اصلاح ان ہی کے ذریعہ ہوگی، بہت ممکن ہے ان کی رائے ہی درست و صحیح ہو۔

آپ خطیب تھے یا مصلح؟

آپ کو ایک بہترین خطیب سے بھی لوگ یاد کرتے ہیں، مگر میں آپ کو خطباء میں نہیں، مصلحین میں شمار کرتا ہوں، حضرت مرحوم آج کے پیشہ ورانداز کے نرے خطیب نہیں تھے، بلکہ آپ کا وعظ اصلاح وتربیت کا ایک اعلیٰ نمونہ تھا، بڑے درد دل سے مجمع کے مناسب مؤثر گفتگو فرماتے تھے۔ راقم کو متعدد مرتبہ آپ کے وعظ میں شرکت کا موقع ملا، ویسے میں وعظ کی تقریب ومجلس میں کم ہی شرکت کرتا ہوں، بڑے مشہور واعظین جن کا طوطی عوام میں خوب بولتا ہے کا ایک وعظ بھی سننے کا اب تک موقع نہیں ملا، مگر برطانیہ کی آمد پر حضرت کی مجلس میں برابر شرکت کرتا تھا، وعظ کے علاوہ بھی کئی مرتبہ نجی مجلس میں بیٹھنے کا موقع ملا، بعض مواقع پر کھانے پر ساتھ بیٹھنے کا اتفاق ہوا، ہر مجلس سے فائدہ محسوس ہوا، اور کچھ نہ کچھ ضرور سیکھنے کو ملا، وعظ اور مجالس میں قرآن وحدیث کی دلنشین تفسیر وتشریح کے ساتھ اسلاف کے واقعات اس طرح بیان فرماتے کہ دیر تک ایک خاص کیفیت رہتی۔ اشعار بھی خوب یاد تھے، موقع بموقع مجلس میں اس طرح اشعار برجستہ پڑھتے تھے کہ سننے والے عش عش کرتے رہ جاتے۔

مرحوم نے طالب علمی کا زمانہ بڑی محنت اور مجاہدہ سے گذارا، یکسوئی اور انہماک سے کتابیں پڑھی، شرح مشکوۃ اس کا ثبوت ہے۔ درمیان ذکر مرحوم کے ایک استاذ کا واقعہ بھی نقل کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

بندہ ناچیز مفتاح العلوم جلال آباد میں زیر تعلیم تھا، بندہ کے اساتذہ کرام میں حضرت مولانا عقیل الرحمٰن صاحب زید مجدہم بھی ہیں، جو بندہ کے محسن ومشفق استاذ ہیں، ایک روز سبق میں کچھ سوال وجواب کی نوبت آئی، جیسا کہ سبق میں ایسا ہوتا ہی رہتا ہے، حضرت

نے کچھ ارشاد فرمایا، بندہ نے اس پر کچھ اشکال کیا، اس طرح اشکال و جواب ہوتا رہا، حضرت والا زید مجدہم نے کوئی کلمہ سخت فرمادیا، جس کا بندہ کو کوئی احساس بھی نہیں تھا مگر شام کو بعد عصر دیکھا کہ حضرت مولانا زید مجدہم اپنے کمرہ سے سیدھے بندہ کے کمرہ کی طرف تشریف لا رہے ہیں، جو بالکل دوسری سمت میں تمام صحن مدرسہ کو پار کر کے تھا، جبکہ حضرت مولانا زید مجدہم کا معمول کسی طالب علم کے کمرہ میں جانے کا نہیں تھا، بندہ نے کمرہ سے باہر نکل کر ملاقات کی، حضرت والا نے فرمایا: سبق میں' میں نے جو سخت کلمہ کہہ دیا تھا، مجھے بعد میں خیال ہوا شاید تم کو تکلیف ہوئی اس لئے معافی کے لئے آیا ہوں، تم مجھے معاف کردو۔ بندہ کو اس کا احساس بھی نہیں تھا اور کوئی خاص بات بھی نہیں تھی، اور استاذ کو اس سے زیادہ کا حق ہوتا ہے، اس لئے بندہ انتہائی شرمندہ ہوا، ایک عظیم مشفق استاذ اور وہ اپنے ایک معمولی اور کمسن شاگرد سے معافی طلب کرے۔ باقی حضرت والا زید مجدہم کی کمال عظمت دل میں بیٹھ گئی کہ اس دنیا میں کچھ ایسے مقدس اور پاکیزہ صفات کے حامل انسان بھی ہوتے ہیں کہ جو اپنے ادنی شاگردوں سے معافی طلب کرنے میں بھی جھجک محسوس نہیں فرماتے۔ (حدود اختلاف ص۳۲)

اس واقعہ میں ہم سب کے لئے بڑا سبق ہے۔ بعض اساتذہ تو اپنے شاگردوں کو اس قسم کے الفاظ کہتے ہیں جو دل پر نقش ہو جاتے ہیں، اور مار پیٹ میں شرعی حدود سے اس قدر تجاوز کر جاتے ہیں جو حرام و ناجائز کی حد تک پہنچ جاتے ہیں، بلکہ اگر اس کو ''ظالمانہ مار'' کہا جائے تو بھی غلط نہ ہوگا۔

مرحوم کا ناپسند لباس اور راقم کی احتیاط

مرحوم کے دل میں استاذ کی محبت کس قدر تھی، اس پر ایک واقعہ یاد آ گیا، مرحوم سے سفر

برطانیہ میں ایک موقع پر ملاقات ہوئی، اتفاقاً راقم نے سفید کرتہ اور کالا پاجامہ پہن رکھا تھا، آپ نے عجیب انداز سے میری طرف نگاہ کی اور خاموش ہوگئے، جب تنہائی کا موقع ملا تو فرمایا کہ: میرے استاذ علامہ رفیق صاحب رحمہ اللہ کو یہ بہت ناپسند تھا کہ کوئی پاجامہ کالا پہنے، اس وقت سے مجھے بھی ایسا لباس اچھا نہیں لگتا، میں خاموش رہا، مگر نیت کی آئندہ جب بھی مرحوم سے ملاقات کروں گا تو ایسا لباس نہیں پہنوں گا، اس کے بعد کئی مرتبہ ملاقات کا موقع ملا، تو راقم نے اہتمام کیا اور سفید لباس ہی میں ان سے ملا۔ حالانکہ میں نے اپنے دو بزرگوں حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب اور حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحب رحمہما اللہ کو ایسا لباس پہنتے ہوئے دیکھا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ ان دونوں حضرات پر وہ لباس بڑا ہی خوبصورت لگتا تھا۔

مرحوم علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی سے غافل نہیں رہے، بلکہ اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کے زیر سایہ سلوک و طریقت کے منازل بھی طے کئے۔

قابل رشک موت

اللہ تعالی نے موت بھی بڑی قابل رشک عطا کی۔ حج کا مبارک سفر، منی کا میدان جس میں جنت کی تمنا حضرت آدم علیہ السلام نے کی تھی اسی لئے اس کو منی کہتے ہیں۔ حالت احرام، عیدالاضحیٰ کا دن، کس قدر خوبیوں والے اوقات میں اللہ تعالی نے اپنے پاس بلایا۔

''مصنف عبدالرزاق'' کی روایت میں یہاں تک آیا ہے کہ: تین امور پر جس کا انتقال ہوجائے یا تو جنت لازم یا جہنم سے محفوظ:

(۱):......جس نے رمضان کا روزہ رکھا، رمضان کا مہینہ ختم ہوا تو اس کا انتقال ہوگیا۔

(۲):......جس نے حج کیا، حج سے فارغ ہوکر آیا تو انتقال ہوا۔

(۳):......جس نے عمرہ کیا عمرہ سے فارغ ہوکر گھر آیا پھر انتقال ہوا۔(۹/۵)

حضرت خثیمہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ: جس نے حج کیا پھر اسی سال اس کا انتقال ہوگیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔(ہدایۃ السالک ص۱۲۴، القری ص۴۲)

حسن بصری رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ: جو رمضان کے بعد٬ عمرہ کے بعد٬ حج کے بعد٬ جہاد کے بعد مرجائے وہ شہید ہوتا ہے۔(ہدایۃ السالک ص۱۲۴، القری ص۴۲۔شمائل کبری ص۱۲/۳۹)

یہ تو ان کے فضائل ہیں جو حج کے بعد اپنے مقام پر آکر انتقال کر جائے، اور حج یا عمرہ کے سفر میں انتقال کے بارے میں تو حدیث شریف میں ہے: جو حج یا عمرہ کے ارادہ سے نکلا پھر اسی سفر میں انتقال کر گیا، تو اس سے نہ معارضہ ہوگا اور نہ کوئی حساب ہوگا، ان سے کہہ دیا جائے گا جنت میں داخل ہوجاؤ۔(مجمع الزوائد:۲۰۸/۳، دار قطنی، القری ص۴۱)

اور اس کی مغفرت ہوجائے گی۔(ترغیب۲۰۹/۲)

ایک حدیث میں ہے: جو حج کے لئے نکلا پھر مرگیا تو قیامت تک اسے حاجیوں کا ثواب ملتا رہے گا، اور جو عمرہ کے لئے نکلا اور پھر مرگیا تو اسے قیامت تک عمرہ کرنے والوں کا ثواب ملتا رہے گا۔(مجمع الزوائد۲۰۹/۳، اتحاف ص۴۵۸، مطالب عالیہ ص۲۶)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: جو حرمین شریفین میں سے کسی ایک مقام پر مرجائے اس پر میری شفاعت واجب اور قیامت کے دن امن و اطمینان سے رہنے والوں میں رہے گا۔(اتحاف ص۴۵۸)

ایک حدیث میں ہے: یہ خدا کا گھر اسلام کا ستون ہے، پس جس نے حج بیت اللہ کیا، یا عمرہ کیا اس پر اللہ تعالی کی جانب سے حفاظت ہے، اگر موت آگئی تو جنت میں داخل، اگر

گھر واپس لوٹ آیا تو ثواب ونفع کے ساتھ لوٹا۔

(ترغیب ص ۱۷۸، مطالب عالیہ ۱/۲۲۵، القریٰ ص ۴۲)

ایک اور حدیث میں ہے: جس کا انتقال مکہ مکرمہ میں ہو جائے گویا اس کا انتقال آسمان دنیا پر ہوا، اور مکہ یا مدینہ میں مر جائے خواہ حج میں یا عمرہ میں اسے قیامت کے دن اللہ پاک اٹھائے گا کہ اس سے نہ حساب لیا جائے گا، نہ ہی عذاب دیا جائے گا۔ (ہدایۃ السالک ۱/۲۶)

حالت احرام میں وفات پانے والے کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھے گا۔ (بخاری ص ۴۹، مسلم ۲/۱۷۹۔ شمائل کبری ۱۲/۶۲)

ارادہ تو ایک مختصر خط لکھنے کا تھا، مگر جب شروع کیا تو چند باتیں قلم پر آ ہی گئیں۔

اخیر میں اس بدوی کے دوشعروں پر تعزیتی عریضہ ختم کرتا ہوں جو انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی وفات پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سنائے تھے۔

اصبر نکن بک صابرین فانما صبر الرعية بعد صبر الرأس

خير من العباس اجرک بعده والله خير منک للعباس

آپ صبر کیجئے تو ہم بھی آپ کی اتباع میں صبر کریں گے، کیونکہ رعایا اسی وقت صبر کرتی ہے جب بادشاہ صبر سے کام لے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد آپ کا اجر زیادہ باعث خیر ہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں آپ کے لئے اللہ زیادہ بہتر ہے۔ فقط والسلام

مرغوب احمد لاجپوری

ڈیوزبری، برطانیہ

۲۲ رصفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۴ ردسمبر ۲۰۱۵ء، بروز جمعرات

حضرت مولانا مفتی فاروق صاحب میرٹھی رحمہ اللہ کی یاد میں

پر کیف پر بہار وہ منظر چلا گیا مخلص وہ غمگسار وہ رہبر چلا گیا
جس کے خلوص پر تھا ہر اک شخص جانثار نایاب بے بہا تھا جو گوہر چلا گیا
اس دورِ نابکار کی تیرہ فضاؤں میں مخلص وہ میر کارواں رہبر چلا گیا
جو سر بسر تھا حق و صداقت کا پاسدار اخلاقِ دلنشیں کا وہ پیکر چلا گیا
جس پر ہمیشہ کھلتے تھے انوار شش جہات فاروق کا وہ قلب منور چلا گیا
اب خضر کے لباس میں پھرتے ہیں راہزن راہِ وفا کا آج وہ رہبر چلا گیا
پی کر منٰی میں جام شہادت بصد سرور باغ جناں کی سمت جو پیکر چلا گیا
وہ جامعہ محمودیہ کا سونپ کر نظام بے گانہ وار بزم سے اٹھ کر چلا گیا
روشن تھی جس کے فیض سے یہ دل کی کائنات فاروق تھا جو ماہ منور چلا گیا
روتے رہیں گے اہل وطن اس کو عمر بھر سوغات ہجر وہ انہیں دیکر چلا گیا
حج کا سفر تھا رب کی ملاقات کا ظفر اہل وطن کو الوداع کہہ کر چلا گیا

مولانا مجیب الرحمٰن قاسمی

فہرست تالیفات حضرت مولانا مفتی فاروق صاحب میرٹھی رحمہ اللہ

۱	فتاوی محمودیہ (۳۱ جلدیں)۔۔۔۔	۲	حیات محمود۔۔۔۔۔۔	۳	غیر مقلدین کا اصلی چہرہ
۴	الرفیق الفصیح لمشکوۃ المصابیح	۵	وصف شیخ۔۔۔۔۔۔	۶	مواعظ فقیہ الامت۔۔۔۔۔
۷	گلدستۂ سلام بدرگاہ خیر الانام	۸	ذکر محمود۔۔۔۔۔۔۔۔	۹	تربیت الطالبین۔۔۔۔۔۔۔۔
۱۰	تذکیر الاحباب بعد وفات قطب الاقطاب۔۔۔	۱۱	محمود الاعمال۔۔۔	۱۲	تقلید کی شرعی حیثیت۔۔۔
۱۳	رفع یدین اور قرأۃ خلف الامام۔	۱۴	آسان فرائض۔۔۔	۱۵	تحفۂ اسکاٹ لینڈ۔۔۔۔۔۔
۱۶	نعت محمودؐ وصف محبوب ﷺ۔۔۔	۱۷	لطائف محمود۔۔۔۔	۱۸	غیر مقلدیت ایک تعارف۔
۱۹	خطبات رفیق الامت۔۔۔۔۔۔	۲۰	غیر مقلدیت۔۔۔	۲۱	ارمغان اہل دل۔۔۔۔۔۔۔
۲۲	ملفوظات فقیہ الامت۔۔۔۔۔۔۔۔	۲۳	ردشیعیت۔۔۔۔۔۔	۲۴	اصول حدیث منظوم۔۔۔۔
۲۵	معاشرت پر ایک نظر۔۔۔۔۔۔۔	۲۶	رضاخانیت۔۔۔۔۔	۲۷	تذکرہ مجدد الف ثانی۔۔۔
۲۸	صلوۃ وسلام اور معمولات یومیہ مع شجرۂ مبارکہ	۲۹	اسباب لعنت۔۔	۳۰	تذکرہ شاہ ولی اللہ۔۔۔۔۔۔
۳۱	مکتوبات فقیہ الامت (۳ رجلدیں)۔	۳۲	حیات ابرار۔۔۔۔	۳۳	تذکرہ سید احمد شہید۔۔۔۔
۳۴	مناقب النعمان (امام ابوحنیفہؒ)۔۔۔	۳۵	اسباب غضب۔۔۔	۳۶	آئینہ مرزائیت۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۳۷	مسلک علماء دیوبند اور حب نبی ﷺ	۳۸	حقیقت حج۔۔۔۔۔	۳۹	تذکرہ مولانا اسماعیل شہید
۴۰	صلوۃ وسلام مع احکام حج۔۔۔۔	۴۱	حدود اختلاف۔۔۔۔	۴۲	تذکرہ سلطان ٹیپو شہید۔
۴۳	جناب گرونانک جی اور اسلام۔۔	۴۴	حقوق مصطفیٰ۔۔۔	۴۵	سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ۔
۴۶	ترجمہ عمل الیوم واللیلۃ۔۔۔۔۔۔۔	۴۷	خلاصۂ تصوف۔	۴۸	سیدنا فاروق اعظمؓ۔۔۔۔۔۔
۴۹	فاروق ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ۔۔	۵۰	نغمۂ توحید۔۔۔۔۔۔	۵۱	سرکاری سودی قرضے۔۔
۵۲	افریقہ وخدمات فقیہ الامت	۵۳	عقائد الشیعہ۔۔۔	۵۴	شاہد قدرت۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۵۵	تفسیر سورۂ فاتحہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔	۵۶	کام کی باتیں۔۔	۵۷	تذکرہ رفیق الامتؒ۔۔۔
۵۸	مسنون ومقبول دعائیں۔۔۔۔	۵۹	سلوک واحسان	۶۰	فکر آخرت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۶۱	اسباب مصائب اوران کا علاج۔	۶۲	فضائل بسم اللہ۔	۶۳	عظمت قرآن۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ذکر فاروق

اس مختصر رسالہ میں حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی رحمہ اللہ (خلیفۂ مجاز حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ) کی وفات پر ایک تعزیتی عریضہ جس میں مرحوم کے کچھ اوصاف، ان کی تصنیفی خدمات کے متعلق چند باتیں ذکر کی گئی ہیں۔

از:

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: مدینہ اکیڈمی، ڈیوزبری